84

موت اور مصائب کی حکمت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

میں آج خطبہ جمعہ میں کسی ایک مضمون پر نہیں۔ بلکہ بہت سے مضمونوں کے متعلق بعض باتیں کہنے والا ہوں۔ سب سے پہلے میں اس امر کی طرف دوستوں کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ خدا کے دین اور اس کے پاک سلسلوں کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے سے ایسی برکات نازل ہوتی ہیں کہ ان سے بڑے بڑے مصائب اور بڑی بڑی مشکلات مختلف رنگوں میں رحمتوں اور برکتوں کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اگر ہم غور سے دیکھیں۔ تو دنیا کا ہر ایک فعل اور قانون قدرت کے ہر ایک امر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر خرابی ایک بڑی ترقی کا اور ہر تباہی ایک بڑی آبادی کا موجب بن جاتی ہے۔ انسان عمدہ سے عمدہ غذائیں کھاتا ہے۔ اور پھر فضلہ بنا کر خارج کر دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ گویا وہ ضائع ہو گئی لیکن وہی غذا جس کو اس نے فضلہ سمجھا۔ اور ایک ضائع شدہ چیز خیال کیا وہی کھاد بن کر ایک نئی پیدائش کا موجب بن جاتی ہے اور اس غلہ سے بہت زیادہ غلہ پیدا ہوتا ہے۔ جو کہ کھاد کے تیار کرنے میں صرف ہوا۔

اسی طرح انسانوں کی موتیں بھی درحقیقت اگر فکر اور نظر سے کام لیا جاوے تو وہ بھی کسی کام آتی ہے۔ اور وہ بھی دنیا کی ترقیات کے لئے کھاد کا کام دیتی ہیں۔ انسانی قویٰ خواہ کتنے ہی مضبوط ہوں اور انسانی عمریں خواہ کتنی ہی لمبی ہوں۔ مگر وہ ایک حد تک جا کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اور پھر انسان کی ساری قوتیں اور طاقتیں ضعف اور کمزوری کے ساتھ بدل جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق** (یٰسین ۶۹) جب انسان ترقی کرتے کرتے ایک حد تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اس کی دماغی قوت مضمحل ہو جاتی ہے۔ وہی انسان جو بڑا عقلمند اور مدبر سمجھا جاتا تھا۔ وہی انسان پھر پاگل

اور بیوقوف کہلانے لگتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سٹھیا گیا ہے۔ بڑھاپے نے اس کی عقل مار دی ہے۔ تو وہ علوم اور فنون جن میں کوئی قوم ترقی کرتے کرتے آگے نکل جاتی ہے ایک وقت اور ایک حد ایسی آجاتی ہے کہ

وہ اپنی دماغی طاقتوں کو صرف کر بیٹھتے ہیں تب وہ قوم دنیا سے مٹ جاتی ہے۔ اور ایک دوسری قوم اپنی تازہ قوتوں کے ساتھ اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اگر دنیا میں ایک ہی نسل قائم رہتی تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تمام علوم اور فنون دنیا سے مٹ جاتے پس سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جس وقت ایک نسل اپنی قوت اور طاقت کو خرچ کرلیتی ہے اور اس کے قویٰ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ تو پھر خدا تعالیٰ ایک اور نسل کو کھڑا کر دیتا ہے جو پہلی ترقی اور علوم و فنون کو اور زیادہ ترقی دینے کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی نشوونما اور اس ارتقاء کا نتیجہ وہ حالت ہے۔ جو آج کل جاری ہے۔

اور اسی تبدیل ہونے والے مزدوروں کی مزدوری کا نتیجہ اسلام بھی ہے۔ اگر آدم کے بعد اعلیٰ سے اعلیٰ نسلیں دنیا میں نہ پیدا ہوتیں تو اسلام کی اعلیٰ تعلیم بھی دنیا میں نہ آتی۔ جو تعلیم خدا تعالیٰ نے آدم کو دی تھی۔ وہی تعلیم بعد میں آنے والے انبیاء کو بھی دی جاتی اگر اس ارتقائی ترقی کا سلسلہ دنیا میں نہ ہوتا تو پھر یہودیت کے بعد قرآن کریم کی پاک اور اعلیٰ تعلیم نہ آتی۔ کیونکہ انسانی دماغ ایک حد تک ترقی کرتے ہیں۔ اور پھر کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں تب ان پر ہلاکت وارد ہوتی ہے اور وہ اپنی ہلاکت کے ساتھ دوسری قوم کی ترقی کا موجب ہو جاتی ہے۔

اگر دنیا میں موت نہ ہوتی تو صرف یہی نہیں کہ تمام ترقیات کا دروازہ بند ہو جاتا بلکہ تھوڑے ہی عرصہ میں زندگی لوگوں کے لئے وبال جان ہو جاتی۔ اور بیٹے اپنے والدین کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے مثلاً چار پانچ سو سال کسی انسان پر موت وارد نہ ہو اور آدمیوں کی اتنی کثرت ہو جائے کہ زمین پر چلنے پھرنے سونے بلکہ قدم رکھنے کی بھی جگہ نہ رہے۔ تو اولادیں اپنے بزرگوں کو ذبح کرنے کے لئے چھرے لے کر تیار ہو جائیں۔ غرض دنیا کے تمام کاروبار میں ہمیں ایک ارتقاء نظر آتا ہے۔

مگر جو الٰہی سلسلے ہوتے ہیں۔ ان کا ارتقا ایک نمایاں ارتقا ہوتا ہے۔ الٰہی سلسلوں پر بھی مصائب اور مشکلات آتی ہیں۔ مگر ان پر خدا تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہوتا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے پاک نبیوں کی جماعتوں سے ہی خصوصیت رکھتا ہے۔ مثلاً یہ بھی ایک فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ مصائب کے آنے سے پہلے ان کو مصائب کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔ پس جب اس علم کے مطابق ان پر کوئی مصیبت

آتی ہے۔ تو ان کو اپنے ایمان اور عرفان میں اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اگر ایک طرف ان کو غم اور صدمہ ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف ان کو اس بات کی خوشی بھی ہوتی ہے کہ ہمارے خدا نے جو ہمیں قبل از وقت بتایا تھا۔ وہ پورا ہوا۔

ہماری جماعت کے متعلق خدا تعالیٰ نے جہاں مجھے رؤیا کے ذریعے ترقیات کی بشارتیں دی تھیں۔ وہاں پہلے سے ہی کئی ابتلاؤں کی بھی اس نے خبردی تھی۔

وہ موتیں جو ان دنوں واقعہ ہوئیں وہ خاص خصوصیت اور شان رکھتی ہیں۔ کیونکہ اگر دیکھا جائے۔ تو اتنی موتیں جو ان چند دنوں میں ہوئیں۔ گذشتہ دس سالوں میں بھی نہیں ہوئیں۔ مختلف جماعتوں میں ایسے ایسے لوگ فوت ہوئے ہیں جو مختلف جماعتوں میں ایک رکن کا کام دیتے تھے۔ اور ایسے بھی تھے۔ جو تمام جماعت کے لئے ایک رکن تھے۔ اور بعض ایسے بھی تھے کہ جو خود تو رکن نہیں تھے۔ لیکن ان کی وفات سے سلسلہ کو بہت بڑی عزت اور شہرت حاصل ہوئی ہے۔

اگر یہ مصائب اور یہ مشکلات اچانک آ جاتیں اور خدا تعالیٰ قبل از وقت ان کے متعلق اطلاع نہ دیتا۔ تو ایک نادان ٹھوکر کھا سکتا تھا۔ اور وہ کہہ سکتا تھا کہ کس طرح آناً فاناً اس جماعت پر یا اس جماعت کے بڑے گھرانے پر موت کی وارداتیں شروع ہو گئی ہیں۔ لیکن اگر وہ ان اخبار پر غور کریں۔ جو ان حادثات سے پہلے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیں دی گئیں۔ تو بجائے اس کے کہ وہ ان کو ہمارے لئے عذاب قرار دیں۔ وہ یہ کہیں گے کہ یہ ایسے ابتلا ہیں۔ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخفی حکمتیں ہیں۔ جو اس کی رحمت اور برکات کا موجب ہوں گی۔

پیشتر اس کے کہ میں سفر یورپ کے لئے رخصت ہوتا۔ میں نے دعا اور استخارہ کیا۔ جس میں مجھے بتلایا گیا کہ میری دو بیویوں کو بعض صدمات پہنچنے والے ہیں۔ چنانچہ استخارہ کے دنوں میں بھی میں نے رؤیا دیکھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ کچھ ابتلا اور مصائب پیش آنے والے ہیں۔

استخارہ کے ایام میں میں نے دیکھا کہ مکان گر رہے ہیں۔ بڑا سخت دھماکا ہوا اور بجلی کی طرح آواز آئی۔ جب میں نے دیکھا۔ تو وہ میری پہلی اور دوسری بیوی کے مکان تھے۔ جو دھڑا دھڑ گر رہے تھے۔ اور ابھی یہ نظارہ میں دیکھ رہا تھا کہ یکلخت وہ مکان بننے بھی شروع ہو گئے اور پہلے سے بہت زیادہ عمدہ اور اعلیٰ بنے ہیں ایک مکان کی تیاری میں تو کچھ آدمی کام کرتے نظر آتے ہیں اور ایک بغیر آدمیوں کی مدد تیار ہو رہا ہے۔ وہ مکان جو بغیر آدمیوں کی مدد کے بنا ہے۔ وہ میری دوسری بیوی کا مکان تھا۔ اور اس میں اس کی وفات کی خبردی گئی تھی۔ اور جس میں آدمی کام کر رہے تھے۔ جن میں

ایک شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی تھے اور ایک شیخ فضل الٰہی وہ میری پہلی بیوی کا مکان تھا۔ یہ نام بھی بہت عمدہ ہیں۔ جو خدا کے فضل اور رحم پر دلالت کرتے ہیں۔ اس میں کسی ایسی تکلیف کی طرف اشارہ تھا۔ جس کے ازالہ کے لئے انسانی کوشش اور سعی کو دخل ہے۔ چنانچہ کل میری پہلی بیوی کا لڑکا فوت ہو گیا۔ اور لڑکوں کی قائم مقام مائیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن ماؤں کے قائم مقام بچے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے مجھے دوسری بیوی کے مکان کی تیاری میں آدمیوں کو کام کرتے نہیں دکھایا گیا۔ اس کی تیاری محض خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ یہ رؤیا جس دن میں نے دیکھی۔ اسی روز میں نے اپنی دوسری بیوی کو سنا بھی دی اور اسی کے گھر میں میں نے یہ خواب دیکھی تھی۔ اور بھی کئی رؤیا ان مصائب اور مشکلات کے متعلق ہوئیں۔

میں نے دیکھا کہ ایک عورت فوت ہو گئی ہے۔ اور میں جنوب کی طرف دوڑا ہوں وہاں دیکھا کہ میر صاحب ۱؎ (مرحوم) لیٹے ہوئے ہیں۔ اور وہاں کچھ شور ہو رہا ہے اور میں منع کر رہا ہوں کہ میر صاحب ضعیف اور کمزور ہیں۔ ان کو تکلیف ہو گی۔ تب میر صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور کہا نہیں میں تو بالکل اچھا اور تندرست ہوں۔ تب میں نے سمجھا کہ بڑھاپے سے صحت پانا۔ تو اس دنیا کی بات نہیں اور اس عورت کی وفات سے میری بیوی کی طرف اشارہ تھا۔ چنانچہ ان کی قبر بھی میر صاحب کے پاس بنائی گئی۔

جب میں نے اس قسم کی بار بار خوابیں دیکھیں تو اس وقت میں نے دعا کی کہ الٰہی حالات اس قسم کے ہیں کہ جو غم دینے والے اور صدمہ پہنچانے والے ہیں اور لوگ ان حالات سے واقف نہیں۔ اور تفصیل کے ساتھ میں بتا بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ منذر خوابوں کو تفصیلاً" بیان کرنا منع ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں سفر یورپ کی تیاری نہیں کرتا تو لوگ شاید یہ کہیں کہ ایک لمبے سفر کی صعوبت سے بچنا چاہتا اور اپنے آرام اور آسائش کو مقدم کرتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہو کہ پھر ساری کی ساری قوم بزدل ہو جائے اور کہہ اٹھے کہ خلیفہ کو ایک موقعہ دین کے لئے باہر جانے کا پیش آیا۔ وہ تو گیا نہیں ہم پھر کیوں جائیں۔ اور اگر تمام حالات اور مشکلات کو نظر انداز کر کے دور دراز کا سفر اختیار کرتا ہوں تو ممکن ہے لوگ یہ کہیں کہ یہ تو سیرو سیاحت کے لئے جاتا ہے اور میں ان کو حالات کھول کر بتا بھی نہیں سکتا۔ اور ان کو میرے حال کی کیا خبر اگر وہ مشکلات جو مجھے درپیش ہیں۔ ان کو بھی درپیش ہوں۔ تو وہ کبھی ایسے سفر کی جرأت نہ کریں۔

جب میں نے دعا کی تو اس شب میری زبان پر یہ کلام جاری ہوا۔ **قل ان صلوٰتی و نسکی و**

محیای و مماتی للہ رب العالمین (الانعام ۱۶۳) کہ میری زندگی اور موت تو سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ یعنی ان باتوں کی کچھ پرواہ نہ کرو۔ تمہاری زندگی بھی خدا کے لئے ہے اور اگر اس کے لئے موت بھی آئے تو اس کو بھی برداشت کرو۔ اور جو کام خدا تعالیٰ کی طرف سے پیش آیا ہے۔ اس کو پورا کرو تب میں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو معلوم کر کے اس سفر کو اختیار کیا۔

اور پھر راستہ میں بھی متواتر میں نے ایسی خوابیں دیکھیں۔ میر صاحب کو تندرست دیکھا۔ جس کے معنے موت کے ہیں۔ کیونکہ بڑھاپے سے تندرستی بعد الموت ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر جب واپس آیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میری ایک بائیں ڈاڑھ ہل گئی ہے۔ اور تعبیر میں ڈاڑھ سے مراد عورت ہوتی ہے۔ پھر جہاز میں جاگتے ہوئے ایک عورت کی زور زور کے ساتھ چیخوں کی آواز سنی اور وہ تاریخ وہی تھی جس میں میری دوسری بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا میں نے جہاز کے سوراخوں سے دیکھا کہ کیا کوئی جہاز آ رہا ہے جس سے یہ آواز آئی۔ یا کوئی خشکی قریب ہے۔ لیکن سمندر میں بالکل خموشی تھی۔ اور سینکڑوں میل تک اس تاریخ کو کوئی جہاز نہ تھا۔ اور خشکی بھی ایک طرف تو سینکڑوں میل اور دوسری طرف ہزاروں میل دور تھی۔ تب میں نے سمجھا کہ کوئی حادثہ ہوا ہے یا ہونے والا ہے۔ میں نے حافظ روشن علی صاحب سے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا کہ اس طرح تین چار دفعہ میں نے چیخوں کی آواز سنی ہے اور یہ بھی حافظ صاحب سے میں نے کہہ دیا تھا کہ آواز عورت کی تھی۔ غرض خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام حالات اور واقعات کے متعلق قبل از وقت اطلاع ملتی رہی۔ چنانچہ وہ دونوں مکانوں کے گرنے اور پھر فوراً تیار ہونے کی رؤیا جس میں میں نے دیکھا کہ ایک مکان کی تیاری آدمیوں کے ذریعہ ہو رہی ہے اور دوسرا بغیر آدمیوں کے تیار ہو گیا ہے ایک مکان سے میری بیوی کی وفات کی خبر دی گئی تھی۔

اور دوسرے سے جس میں آدمی کام کر رہے تھے۔ میرے بچے کی وفات کی خبر دی گئی تھی۔ کیونکہ عورتوں کا قائم مقام انسان نہیں بن سکتا لیکن بچوں کا قائم مقام انسان بن جاتا ہے۔ جیسا کہ میری پہلی بیوی جو ہیں ان کے بچے کی وفات سے چند روز پہلے بھی میں نے ایک رؤیا دیکھی۔ جو ہمشیرہ اور والدہ صاحبہ کو بھی میں نے سنا دی تھی اور بتلایا تھا کہ کوئی پھر غم پیش آنے والا ہے میں نے دیکھا کہ چوہدری علی محمد ہولیں بھون رہا ہے۔ اور چنے خواب میں غم پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ کل جب وہ بچہ فوت ہوا۔ تو کسی نے مجھے آ کر کہا کہ باہر کوئی آدمی کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے۔ تو معلوم ہوا چوہدری علی محمد ہے۔ میں نے کہا وہ خواب پوری ہو گئی۔ غرض ایک ایک واقعہ کی خدا تعالیٰ

نے قبل از وقت اطلاع دی۔ پس یہ خبریں جو قبل از وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو دی جاتی ہیں۔ ایک مومن کے لئے کس قدر ازدیاد ایمان اور یقین کا موجب ہوتی ہیں اور یہ وہ برکتیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ذریعے ہی مل سکتی ہیں۔

پس وہ خدا جو رنج اور مصیبت کے آنے سے پہلے اس کے متعلق ہمیں خبر دے کر ساتھ ہی ہماری تسلی بھی کر دیتا ہے۔ اس پر ہم کتنی بڑی بڑی امیدیں رکھ سکتے ہیں۔ ایسے خدا پر ہم جتنی بھی امیدیں رکھیں وہ تھوڑی ہیں جیسا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ ان امور کے بعد بعض بڑی بڑی برکات کا نزول ہونے والا ہے۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کس رنگ میں ان کا نزول ہو گا۔ اور آیا میرے یا میرے خاندان پر ان کا نزول ہو گا یا وہ برکات جماعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں مجھے اس کے متعلق تفصیلی اطلاع نہیں دی گئی۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ان مصائب کے بعد انعامات بھی ہونے والے ہیں۔ جیسا کہ مثنوی مولوی رومی کا ایک شعر ہے۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است

زیر او گنج کرم بنہادہ است

اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ وہ غموں کے نیچے انعامات کا سلسلہ بھی رکھ دیتا ہے۔ پس یہ حادثات اور مصائب ہمارے لئے کسی مایوسی کا موجب نہیں ہو سکتے۔ رنج اور غم ہوتے ہیں۔ اور ان کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جس دن کسی کا دل غم سے خالی ہو گیا اس دن ایمان سے بھی اس کا دل خالی ہو جائے گا۔ اس لئے خالی خوشی مومن کو اس دنیا میں نہیں دی جاتی۔

دنیا نہ خالص اطمینان کی جگہ ہے نہ خالص غم کی۔ مومن کی خوشی غمی سے لپٹی ہوئی [illegible] ہے۔ ہاں مومن پر اس دنیا میں کوئی ایسا غم اور کوئی ایسی مصیبت ہرگز نہیں آسکتی۔ جو اس کو [illegible] کر دے۔ جب اس کے لئے کوئی مصیبت مقدر کی جاتی ہے۔ تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے انعامات بھی اس کے لئے مقدر کئے جاتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی نصرتوں اور اس کے احسانوں پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی رحمتوں کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ ایک بڑی بھاری نعمت ہے۔ جو انبیاء کے تعلق سے اس دنیا میں مومن کو ملتی ہے۔ جس کی وجہ سے مومن کو کمر توڑ دینے والا اور مایوس کر دینے والا کوئی صدمہ نہیں ہو سکتا۔ مومن پر مصیبتیں آتی ہیں۔ اور اس کا دل غم کو محسوس کرتا ہے (کیونکہ مومن کا دل ایک کافر کی نسبت بہت زیادہ حساس ہوتا ہے اور مومن عارف ہوتا ہے اور کافر عارف نہیں ہوتا) مگر وہ اس کی کمر توڑنے اور اس کو تباہ کرنے والا

نہیں ہوتا کیونکہ ایک مومن کو عارف ہونے کی وجہ باوجود زیادہ حساس ہونے کے ان صدمات کی برداشت ہوتی ہے جو ایک کافر کو نہیں ہو سکتی۔

ایک مومن کے غم کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک تاگے کا ٹکڑا ہاتھ میں رکھ کر اوپر ایک سیر کا پتھر رکھ دیا جائے۔ جس سے اس تاگے کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن کافر کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک شاخ کے درمیان جس کے نیچے کوئی سہارا نہ ہو ایک پتھر رکھ دیا جائے۔ جس سے وہ ٹوٹ جائے گی۔ پس ایک مومن کے صدمات میں اللہ تعالیٰ اس کا سہارا ہوتا ہے۔ اس لئے غموں کے مقابلہ میں ایک کافر مومن کے برابر کبھی برداشت نہیں کر سکتا باوجود اس کے کہ ایک مومن کے اندر تکلیف کا احساس اتنا بڑا ہوتا ہے کہ ہزار کافر اور ہزار غیر مومن کو بھی اتنا احساس نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ مومن کے لئے ڈھارس ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو ان صدمات کا کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ جہاں اس کو رنج ہوتا ہے۔ وہاں ان اخبار کے پورا ہونے کی وجہ سے اس کی خوشی بھی ہوتی ہے۔ کہ یہ تو وہی کچھ ہوا۔ جو میرے خدا نے مجھے پہلے ہی بتلا دیا تھا۔

اس لئے میری اس دوسری بیوی کی وفات پر یا ان صدمات پر جو مجھے اور میرے خاندان کو ہوئے جن دوستوں نے اظہار ہمدردی کی ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں گو اظہار ہمدردی سے کوئی کسی کے صدمے کو بدل نہیں سکتا لیکن اس کا اظہار ہمدردی تعلق اور محبت کو ضرور بڑھاتا ہے۔ اور وہ ایک طرح سے تسلی کا موجب بھی بنتا ہے۔ کیونکہ ایک صدمہ یافتہ آدمی جب یہ دیکھتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس کے صدمے کو محسوس کرتے ہیں تو اس کے احساس میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جو اس کے صدمے کو کم کر دیتی ہے۔ ان واقعات نے اس بات کو اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ جماعت میں خدا کے فضل سے بڑی محبت اور اخلاص ہے۔ اور ان کے اس احساس رنج اور صدمہ نے اس بات کو ظاہر کر دیا ہے کہ گو وہ ہزاروں قالب ہیں۔ مگر ان کی جان ایک ہے چونکہ اس وقت اور بہت سے اہم کام درپیش ہیں اس لئے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اس کو کسی دوسرے وقت پر ملتوی کرتا ہوں۔

مگر میں پھر ان ہی ابتلاؤں کے سلسلے میں اس بات کا بھی اظہار کر دیتا ہوں کہ جہاں خدا نے سفر یورپ پر جانے سے پہلے ان ابتلاؤں سے مجھے مطلع فرمایا۔ وہاں اپنے فضل سے اس امر کی بھی اس نے بشارت دی ہے کہ ان مصائب کے بعد ہمیں بڑی عزت اور ریاست حاصل ہونے والی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی بتلایا گیا ہے۔ کہ بعض اور ابتلاء بھی ایسے مقدر ہیں۔ جن سے بعض دوستوں کی

طرف سے تکلیفیں پہنچنے والی ہیں ان کو ٹھوکر لگنے والی ہے یا ان کے تعلقات میں کی واقعہ ہونے والی ہے۔ جن کا جانے سے پہلے بعض رؤیا کے ذریعے مجھے علم دیا گیا تھا۔ بعض کے نام بھی بتائے گئے ہیں۔ مگر میں ان کو ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان کو ٹلا بھی سکتا ہے اور بعض نہیں بھی ٹلتے۔ جیسا کہ میں نے دعا کی تو جواب **قل ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین** ملا جس کے معنے یہ تھے کہ یہ حادثات ٹلنے والے نہیں۔ اور بہت سے ٹل بھی جاتے ہیں۔ پس وہ ابتلا جن کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو ٹال دے اور ان کے ایمانوں کو سلامت رکھے اور ان کا ظاہر بھی محفوظ رہے۔ اور ان کا باطن بھی اور میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر وہ ابتلا آئیں تو پھر وہ اور بھی زیادہ سلسلہ کو عزت دے گا۔ اور ایسی برکات نازل کرے گا۔ جو **شفاء لما فی الصدور** ہوں۔

ایک اور بات جس کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے اپنی بیوی مرحومہ کے ذکر میں ایک فقرہ کہا تھا کہ ایک رنگ میں آپ کی والدہ بھی ہیں۔ جس سے بعض دوستوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور انہوں نے میری بیویوں کی نسبت امّ المومنین کا لفظ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس خیال سے کہ کسی کے لئے یہ امر ٹھوکر کا موجب نہ بن جائے۔ میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ امّ المومنین کا خطاب صرف انبیاء کی بیویوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے بعض محاورے خاص ہوتے ہیں۔ جن کو عام نہیں کیا جا سکتا پس امّ المومنین کا لفظ محاورہ کے طور پر صرف ان ہی کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ ہاں مشابہت اور تعلق کی وجہ سے ایک خاص محاورہ کو دوسرے معنے کے لئے بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک استاد کی بیوی کو ماں کہا جاتا ہے۔ مگر ماں والے احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے۔ چونکہ استاد بھی ہمدردی محبت اور ربوبیت کی وجہ سے حقیقی باپ کی ابوت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ پس وہ ایک رنگ میں باپ کا درجہ رکھتا ہے۔

پس بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ایک خاص مقام پر جا کر استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے ان کا استعمال جائز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ایک شخص جس کے پاس ایک پیسہ یا پانچ سات روپے ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کے پاس مال ہے لیکن ہم اس کو مالدار نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا محاورہ ہو گیا ہے کہ ایک خاص مقدار پر پہنچ کر اس کا استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح ام المومنین کا لفظ انبیاء کی بیویوں کے ساتھ ہی خصوصیت رکھتا ہے۔ اور یہ مرتبہ انبیاء سے قرب اور تعلق کی وجہ سے ان کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ جب خاوند ایک عزت اور مرتبہ حاصل کرتا ہے تو ساتھ ہی اس کی

بیوی بچے بھی عزت اور احترام کے لحاظ سے اس مرتبے کو حاصل کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و **الذین امنو او اتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم** (الطور ۲۲) پس جس روز ایک شخص بادشاہ ہو جاتا ہے۔ اس روز سے اس کی بیوی بھی ملکہ ہو جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ملکہ کیوں ہو گئی۔ اس طرح ایک سپاہی فوجی خدمت بجالاتا ہے۔ اپنی عقل خرچ کرتا ہے۔ دکھ اٹھاتا ہے اور بہادری دکھاتا ہے۔ وہ دفعدار 'جمعدار اور لیفٹیننٹ ہو جاتا ہے اس روز سے اس کی بیوی بھی لیفٹیننٹ ہو جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے تو کوئی عقل اور ہمت نہیں خرچ کی یہ کیوں لیفٹیننٹ ہو گئی۔ کیونکہ وہ اپنے خاوند کے غم اور خوشی میں شریک تھی۔ ایک جرنیل کی بیوی جرنیل بن جاتی ہے۔ شاہی دربار میں کوئی اس کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو پیچھے رہ۔ جرنیل تو تیرا خاوند ہے۔ وہ دربار میں جائے گا۔

اس مسئلہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شیعوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ ایک طرف تو اتنی افراط سے کام لیا کہ اولاد کو نبوت میں بھی شریک سمجھ لیا اور دوسری طرف اتنی تفریط کی کہ آنحضرت کی ازواج کی کچھ شان ہی نہیں سمجھی انبیاء کی عظمت ایسی بلند ہوتی ہے۔ جیسا کہ زمین کے لوگ ستاروں کو دیکھیں۔ مگر تعلق کی وجہ سے اور ان کے غم اور خوشی میں شریک ہونے کے باعث قرب کے لحاظ سے ان کے بیوی بچے بھی بلند کئے جاتے ہیں۔ ان کے اس حق کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔

پس نسبتی طور پر تو ہو سکتا ہے کہ کوئی عورت کسی نسبت کے لحاظ سے ماں کہلائے۔ جیسا کہ خلیفہ ایک رنگ میں روحانی تربیت محبت اور ہمدردی کے باعث ایک باپ ہوتا ہے۔ اور اس کی بیویاں اس کی وجہ سے مائیں کہلا سکتی ہیں۔ مگر امّ المومنین کے نام کی صرف نبیوں کی بیویاں مستحق ہیں۔ کیونکہ ان پر وہی احکام جاری ہوتے ہیں۔ جو ماؤں کے متعلق ہیں۔ نبی کی وفات کے بعد نبی کی بیوی سے نکاح اسی طرح حرام ہوتا ہے۔ جس طرح کہ سگی ماں سے لیکن استاد یا خلیفہ کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔ اور خلفاء کی بیویوں کا خلفاء کی وفات کے بعد نکاح کرنا ثابت ہے۔ پس ام المومنین کی اصطلاح انبیاء کی بیویوں کے ساتھ ہی تعلق رکھتی ہے۔ ہاں استاد کی بیوی کو خلیفہ کی بیوی کو والدہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر ام المومنین نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کسی اور کی نسبت ایسا لفظ استعمال کرنا شریعت کے خلاف ہے۔

اسی طرح ایک اور سوال ہے ہمارے کسی اخبار میں حضرت صاحب کو آخر الزمان نبی لکھا گیا ہے۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ جب رسول کریم آخری نبی اور خاتم النبین ہیں۔ تو پھر

ایسا کیوں لکھا گیا۔ کیوں نہیں ظلی بروزی امتی نبی لکھا جاتا۔ میرے نزدیک معترض کی غلطی ہے۔ کیونکہ نبی کریم کے زمانہ کو کسی نے آج تک آخری زمانہ نہیں قرار دیا۔ بلکہ مسیح موعود کے زمانہ کو سب نے آخری زمانہ قرار دیا ہے۔ پس نبی کریم آخرالزمان نبی نہیں ہیں۔ ہاں آخری نبی ضرور ہیں۔ ان معنوں سے کہ آپ کے بعد کوئی شرعی نبی نہیں۔ آخرالزمان نبی الگ معنے رکھتا ہے۔ اور آخری نبی الگ اور پھر آخرالزمان نبی کی تو ایک ایسی اصطلاح ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں استعمال کی جاتی تھی۔ خود مولوی محمد علی صاحب نے حضرت صاحب کو آخرالزمان نبی لکھا ہے ہاں اگر کوئی آخری نبی کے معنوں میں آخرالزمان نبی کے لفظ کو استعمال کرتا ہے۔ یا خاتم النبیین کا لفظ حضرت صاحب پر استعمال کرتا ہے۔ تو وہ ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ یہ ایک عہدہ ہے جو صرف نبی کے لئے مخصوص ہے۔ اسی طرح آنحضرت کا لفظ بھی صرف نبی کریم کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ میں جائز نہیں سمجھتا کسی دوسرے پر اس لفظ کو استعمال کیا جائے۔ مقررہ اصطلاحوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ اگر ان کو بگاڑا جائے۔ تو پھر شبہ ہو سکتا ہے کہ اس سے کون مراد ہے۔

چونکہ مسلمانوں میں عرصہ سے یہ مشہور ہو چکا ہے کہ نبی کریم آخری نبی ہیں اس لئے یہ پسندیدہ امر نہیں کہ حضرت صاحب کو آخری نبی کہا جائے۔ معترض علیہ کو یہ اعتراض سوجھا ہے۔ ان کو تو اس وقت اعتراض کرنا چاہیئے تھا۔ جبکہ حضرت کی زندگی میں آخرالزمان نبی کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ اگر وہ کہیں کہ اس وقت اس سے مراد غیر شرعی ظلی بروزی نبی ہوتی تھی۔ تو میں کہتا ہوں اب کس نے کہا کہ حضرت صاحب شرعی نبی ہیں۔ اور ظلی بروزی نہیں۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو وہ اسلامی اصطلاح کی ہتک کرتا ہے۔ اگر کوئی نادان یہ کہے کہ ہم نبی کے ساتھ امتی ظلی بروزی کا لفظ کیوں نہیں لگاتے۔ خالی نبی کیوں استعمال کرتے ہیں۔ تو یہ ایک غلط خیال ہے۔ ہر جگہ ان الفاظ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ کیا ہم رسول کریم کے ساتھ ہر جگہ خاتم النبیین اور شرعی نبی وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں پس جب ہم نے بحثوں کی وجہ سے اپنے عقائد کا پورا پورا اظہار کر دیا ہے۔ تو ہمیں بار بار تشریح کی ضرورت نہیں۔ ایک دفعہ زید کی نسبت جب ہم نے سید ہونے کا اظہار کر دیا۔ تو کیا صرف زید کر کے پکارنے سے یہ لازم آئے گا کہ ہم اس کے سید ہونے کے قائل نہیں رہے یا ایک شخص کو ہم نے پٹھان تسلیم کر لیا اس کے نام کے ساتھ خان صاحب نہ پکارنے سے یہ لازم آ جائے گا کہ ہم اس کو پٹھان تسلیم نہیں کرتے۔

پس جب ہم نے تمام اصطلاحات کی تعریف او تنقید کر دی۔ تو پھر جس وقت بھی ہم صرف نبی

کہتے ہیں۔ اس تعریف کے ماتحت مفہوم ہوتا ہے۔ ہمارے عقائد ہم سے الگ نہیں ہم رسول کریم کو ماحی، حاشر، عاقب مانتے ہیں۔ مگر کیا ہر دفعہ ان کے نام کے ساتھ ان ناموں کو ہم بولتے ہیں۔ گو ہم موقعہ محل پر ان کو بھی بولتے ہیں۔ اور استعمال میں لاتے ہیں۔ معترض صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت صاحب کی نبوت کا منکر نہیں۔ کیونکہ میری موجودگی میں حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا **اطعموا الجائع و المعتر** پھر تو وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ خدا نے بھی ظلی بروزی بغیر صرف نبی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور حضرت صاحب نے تو بکثرت اپنی نسبت خالی نبی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ ہم اس سے ظلی بروزی نبی سمجھتے تھے۔ تو میں کہتا ہوں کہ بندہ خدا ہم کب نبی کا لفظ بول کر حضرت صاحب کو شرعی نبی کہتے ہیں۔

اب میں جلسہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جلسہ کا وقت بہت قریب آگیا ہے اور گو جمعہ کا وقت بہت تنگ ہو گیا ہے۔ مگر میں جمعہ کے وقت کو بہت وسیع سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں اس بات کی چنداں پرواہ بھی نہیں کیا کرتا۔ لیکن دونوں نمازوں کے اکٹھا ہو جانے میں دوستوں کے لئے تکلیف کا موجب سمجھتے ہوئے میں کچھ زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ احباب کو چاہیئے کہ اس وقت جب کہ اس جلسہ کی تقریب پر بکثرت مہمان آنے والے ہیں۔ دوست اپنے آپ کو اس موقعہ پر کام کے لئے وقف کریں۔ اور اس سال پچھلے سالوں سے زیادہ محنت اور توجہ سے کام کریں۔ کیونکہ مومن ترقی کرتا ہے اور اس کا ہر قدم پہلی حالت سے آگے بڑھتا ہے۔ اس لئے احباب اپنے عمل سے اپنے ایمان سے یہ ثابت کریں کہ انہوں نے گذشتہ سالوں کی نسبت بہت ترقی حاصل کر لی ہے پہلے سے زیادہ محنت ایثار اور قربانی کے ساتھ کام کریں پھر جن کے پاس مکان ہوں وہ مہمانوں کے لئے مکان بھی دیں مجھے یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ باوجود کوشش اور کافی تحریک کے صرف دو تین صاحبوں نے مکان دیئے ہیں۔ کیونکہ اس سال جبکہ بہت کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں نے بھی آنا ہے جو ہمارے سلسلہ میں داخل نہیں۔ مگر ان کو سلسلہ سے ایک انس پیدا ہو گیا ہے۔ یا ان کے دل میں سلسلہ کی عظمت ہے۔ اور وہ کوئی تعصب نہیں رکھتے۔ اور وہ بڑے بڑے معزز اور شرفاء ہیں۔ بغیر مکانوں کے ان کی رہائش کا کیونکر انتظام ہو سکے گا۔ جو احمدی ہیں وہ تو علیحدہ مکانوں کے بغیر بھی گذارہ کر سکتے ہیں۔ اور کھوری پر بھی لیٹ سکتے ہیں لیکن وہ لوگ جن کی کوٹھیوں پر کوئی غریب قدم بھی نہیں رکھ سکتا اور وہ احمدیوں کی طرح اس قسم کی مشکلات برداشت کرنے کے عادی بھی نہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے ایسی تکلیفیں ٹھوکر اور بعد کا موجب ہو جاتی ہیں۔ یا وہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس

لئے ایسے رؤساء اور معززین کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سالوں کی نسبت بہت زیادہ مکان مہیا کئے جائیں۔ جن جن کے پاس مکان ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے۔ خود وہ قلیل سے قلیل تنگ جگہ میں گذارہ کریں اور باقی حصہ مہمانوں کے لئے خالی کردیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان مکانوں کو برکت دے۔ اور ان کو وسیع کرے۔ میں یہ اعلان بھی کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض بعض گاؤں میں شدید طاعون ہے۔ پس جہاں کہیں ایسی طاعون جارف اور شدید ہو۔ وہ اس جلسہ میں شریک نہ ہوں (اکادکا آدمی کا مرنا وبا نہیں کہلاتا) اگر کہیں ایسی بیماری ہو کہ ایک آدھ آدمی مرتا ہو۔ تو وہاں کے دوستوں کو میں نہیں روکتا کیونکہ شریعت کا حکم ہے کہ جہاں وبا ہو۔ وہاں سے نکل کر دوسری جگہ نہیں جانا چاہیئے۔ اس لئے ان کا جلسہ میں آنا گناہ ہو گا اور ایک گناہ دوسری نیکی کا جاذب نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ رسول کریمؐ کا حکم ہے کہ ایسے مقامات کے لوگ گھر سے نکل کر باہر میدانوں میں ہو جائیں اور وہاں اپنے مکان اور رہائش کا انتظام کریں کیونکہ حضرت مسیح موعود نے گھر سے باہر نکلنے کے حکم کو حضرت نبی کریم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ حضرت صاحب نے الہام الٰہی سے فرمایا ہے۔ گو حدیث شریف سے بھی استدلال ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ **اتقوا مواضع الفتن** لیکن اگر حدیث نہ بھی ہو جس میں کوئی ایسی تفصیل معلوم ہو سکے۔ تو میں بخاری مسلم کی حدیثوں سے حضرت مسیح موعود کی حدیث کو بہت زیادہ معتبر اور یقینی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ بخاری مسلم تو ایک حدیث راویوں کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود براہ راست حضرت نبی کریمؐ سے حدیث بیان کرتے ہیں پس حضرت صاحب نے جو بغیر حوالہ دینے کے اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ تو اس لئے کہ آپ کو الہام الٰہی سے آنحضرتؐ کی اس حدیث پر مطلع کیا گیا ہے۔ پس جہاں اس قسم کی شدید طاعون ہو۔ ایسے لوگوں کو الہام الٰہی کی یقینی خبر کی بناء پر گھر سے باہر ہو جانا چاہیئے جہاں کھلی ہوا اور دھوپ لگتی ہو۔

کارکنوں کو چاہیئے کہ وہ مہمانوں کی عزت اور ان کے احترام کا پورا خیال رکھیں۔ اور کسی امر کو جو مہمان کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ ہتک اور بے عزتی نہ سمجھیں۔ بلکہ اپنے خیال میں جس بات کو وہ ہتک اور بے عزتی خیال کرتے ہیں۔ مہمان نوازی میں اس کو بھی برداشت کریں۔ بے عزتی کے بھی بہت غلط معنے سمجھ لئے گئے ہیں۔ ایک باپ اگر بیٹے کو مارتا ہے اور وہ خاموشی سے مار کھاتا اور برداشت کرتا ہے تو یہ اس کی بے عزتی نہیں۔ اس کی عزت ہے۔ بے عزتی اس کی اس میں ہے کہ باپ اس کو مارنے لگے۔ تو وہ بھاگ جائے یا مقابلہ کرے اسی طرح آپ مہمانوں کا احترام مدنظر

رکھتے ہوئے ان کی سختیوں کو بھی برداشت کریں اور دوسرے دوستوں کو بھی اس کی نصیحت کریں۔ جہاں تک ہو سکے۔ آپ مہمانوں کی پورے زور کے ساتھ خدمت کریں۔

اور میں اپنے باہر کے دوستوں کو بھی خصوصیت کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ کوشش کر کے خود بھی اس جلسہ میں شریک ہوں۔ اور اپنے دوسرے دوستوں کو بھی لانے کی کوشش کریں۔ اور خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں کو ہمراہ لانے کی کوشش کریں۔ جو تعصب نہیں رکھتے۔ اور ان کے دل میں احمدیت کا انس ہے۔ گو وہ ابھی سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے۔

میں بیمار ہوں۔ اور روز مجھے بخار ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی میرا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ میں تقریر کروں گا۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ میں کر سکوں یا نہ کر سکوں۔ لیکن میوا ارادہ ہے کہ میں تھوڑا بہت بیان کروں۔ گو ڈاکٹر صاحب جو میرے معالج ہیں۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب وہ مشورہ نہیں دیتے کہ میں ایسی حالت میں کوئی تقریر کروں اس لئے دوستوں کو اپنی یہ غلط فہمی دور کر دینی چاہیئے کہ میں جلسہ پر تقریر نہیں کرنی چاہتا۔ پس احباب پوری کوشش کے ساتھ ان لوگوں کو بھی ہمراہ لاویں۔ جو سلسلہ سے دلچسپی رکھتے ہوں اور وہ خود بھی اخلاص اور محبت بھرے دل کے ساتھ قادیان میں آویں۔ اور اپنے آپ کو میزبان سمجھ کر آویں۔ کیونکہ جو قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی تو ثواب کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ اتنے آدمی اور نوکر تو یہاں ہیں نہیں۔ اس لے چاہیئے کہ دونوں اپنے آپ کو میزبان ہی سمجھیں۔ ورنہ گذارہ مشکل ہو جائے گا کیونکہ کارکن قادیان میں کم ہیں۔ اس لئے آنے والے دوستوں کو اپنے آپ کو مہمان سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ رہنا چاہیئے بلکہ جو غیر احمدی اصحاب وہ اپنے ہمراہ لاویں۔ ان کا بھی وہ خود زیادہ خیال رکھیں۔ کیونکہ کثرت کام اور آدمیوں کی قلت کی وجہ سے ممکن ہے۔ قادیان والے پوری توجہ نہ کر سکیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل اور کرم کے ساتھ ہر قسم کے فساد اور مصائب اور لغزشوں سے محفوظ رکھے۔ اور تمام ترقیات کا ہم کو وارث بنائے۔ جن ترقیات کی بشارات اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے ہم کو دی ہیں

(الفضل ۲۳ دسمبر، ۲۵ دسمبر ۱۹۲۴ء)

لے: حضرت میر ناصر نواب صاحب